

اسلامی، قانونی اور سیاسی نقطہ نظر سے

© rasailorajaid.com

قرآن کی عظمت

برابر تھی۔ ہجرت کے بعد کی گیارہ سالہ زندگی میں اکثر جمعہ کفار عرب کی جنگوں اور حملوں کی مدافعت میں گذرا۔ بمشکل تین چار سال صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد کے ایسے طے کہ قرآن کو عرب پر اصلاحی اثر ڈالنے کا موقع ملا۔ لیکن اس مختصر عرصہ میں قرآن نے عرب پر وہ اثر ڈالا، اور ایسی جماعت تیار ہوئی جن کا ظاہر و باطن، اخلاق، عقائد، اعمال، معاملات، معاشرہ، سیاست اور بین الاقوامی تعلقات ایسے بن گئے۔ جن کی نظیر تاریخ بشری میں نہ پہلے گذری ہے نہ آئندہ ممکن ہے۔

کیا آپ دنیا کی کوئی ایسی کتاب بتلا سکتے ہیں جس سے تھوڑے عرصہ میں ایسی ہستیاں پیدا ہوئی ہوں جن کا ایک ایک وصف بے مثال ہو۔ مثلاً صدیق کی صداقت، فاروق اعظم کا عدل و سیاست، خالد بن ولید کی فوجی قیادت، عمر دین عاص کا تدبیر، پھر ان سب امور میں خدا سے تعلق، شاہی میں درویشی کا رنگ، یہ سب کچھ قرآن کی تعلیم اور حضور علیہ السلام کی صحبت کا نتیجہ تھا۔ یہ عظیم اور بے مثال اصلاحی کارنامہ جو عرب میں اور بعد ازاں چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ یہ قرآن کی عظمت کے لئے حجت قاطعہ نہیں؟

۵۔ قرآن کی قانونی عظمت | قانون ہر مخلوق کی زندگی کا منابطہ ہے۔ خواہ جمادات ہوں،

نباتات یا حیوانات یا انسان۔ فرق صرف یہ ہے کہ انسان کے ماسوا امور ایک جبری قانون میں جکڑے ہوئے ہیں جس کو ہم قانون قدرت کہتے ہیں۔ آسمان کے ستارے و سیارے ایک خاص نظام حرکت سے مربوط ہیں، اس نظام کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ پانی بلندی سے پستی کی طرف جا سکتا ہے۔ اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ زمین سمندر کے نیچے رہے گی پانی کے اوپر نہیں تیر سکتی۔ ایک رقی بھر سونی کو سمندر میں ڈال دو تو ڈوب جائے گی۔ لیکن سیکڑوں ٹن کا جہاز سمندر پر تیرتا رہے گا۔ درختوں کی جڑیں نیچے جائیں گی، اور شاخیں اوپر۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ شاخیں نیچے جائیں اور جڑیں اوپر۔ برسی گھاس کھائیں گے اور گوشت نہیں کھائیں گے۔ لیکن درندے گوشت کھائیں گے اور گھاس نہیں کھائیں گے۔ یہ ان مخلوقات کی قانونی زندگی کی دلیل ہے۔ جو قانون قدرت کے تحت ان پر مادی ہے اور ان کے خلاف ان کو بحال دم زدن نہیں کیونکہ یہ جبری قانون ہے۔

آسمان مجبور ہیں شمس و قمر مجبور ہیں انجم سیماں پار رفتار پر مجبور ہیں

یہی جبری قانون انسان پر بھی مادی ہے۔ کہ وہ قدموں کے بل چل سکتا ہے۔ سر کے بل نہیں چل سکتا۔ لیکن انسان کے لئے اختیاری قانون بھی ہے جس کا کرنا نہ کرنا اس کے اختیار میں ہے۔

اس لئے انسان فاعل مختار ہے۔ اسی اختیار پر حسن قبح نقص و کمال ثواب و عقاب کا مدار ہے۔ اس قانون شریعت ہے۔ اگر بنانے والا خدا ہو۔ اور قانون انسان ہے۔ اگر بنانے والا انسان ہو خواہ ایک فرد ہو یا شاہ یا ڈکٹیٹر یا جماعت ہو یا پارلیمنٹ۔ لیکن نفس قانون اختیاری کی ضرورت تمام اقوام میں مسلم ہے۔ اس لئے کوئی ملک اور کوئی حکومت قانون سے خالی نہیں۔ اب ہم کو یہ طے کرنا ہے کہ قانون اختیار ہی انسان کا حق ہے یا خدا کا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ضرورت قانون کی اصلی وجہ یا وجوہات بیان کریں۔

۱۔ انسان میں جب تک خواہش موجود ہے۔ وہ دوسروں کا حق مارنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اور جب تک اس میں غضب کا جذبہ موجود ہے، وہ دوسروں پر دست درازی سے باز نہیں آئے گا۔ پہلی صورت میں مال کو خطرہ ہوگا۔ اور دوسری صورت میں جان کو۔ جس کے تحفظ کے لئے دیوانی و فوجداری قوانین کا وجود ضروری ہے۔ تاکہ مال اور جان محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ یہ تو ممکن نہیں یہ دونوں خطرے جذبے جو لازماً انسانیت سے ہیں موجود ہوں اور ان کے نتائج موجود نہ ہوں۔ اب اقامت عدل اور تحفظ حقوق انسانیت کیلئے قانون سازی کیا انسان کا حق ہے یا خدا کا۔ یہ فیصلہ آسانی سے سمجھ میں آسکے گا۔ جبکہ مندرجہ ذیل امور ذہن نشین ہوں۔ قانون ساز قوت میں مندرجہ ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ علم تام ۲۔ عدل کامل ۳۔ رحمت و شفقت کامل ۴۔ غیر جانبداری

یہ چار امور صرف اللہ کی ذات میں موجود ہیں۔ انسان خواہ فرد ہو یا جماعت ان سے خالی ہے۔ لہذا انسان کو قانون اور مضابطہ حیات کی تشکیل کا حق نہیں۔ پہلی چیز یعنی علم تام وہ انسان کو حاصل نہیں۔ اسمبلیوں اور پارلیمنٹوں میں انسانی قانون کی وقتاً فوقتاً تبدیلی اس امر کی دلیل ہے کہ انسان کے علم اور اس کے قانون میں نقص موجود ہے۔ پھر ایک ملک کا قانون دوسرے ملک سے اور ایک پارلیمنٹ کا قانون دوسری پارلیمنٹ سے مختلف ہے۔ جو انسانی علم کے تردد و تشکک کی دلیل ہے۔ لیکن خالق کائنات کا علم مکمل ہے۔ پھر خدا انسانی زندگی کے ہر دور کے خیر و شر کو جانتا ہے۔ خواہ دنیوی زندگی سے متعلق ہو یا بزرخ و قبر سے یا آخرت سے۔ لیکن انسان کو اگر کسی حد تک علم ہے تو صرف دنیا کا علم اور وہ بھی حال کا علم نہ مستقبل امور کا۔ باقی بزرخ و آخرت کے امور وہ تو انسان کے عقل و حواس سے غائب ہیں۔ لہذا انسانی پارلیمنٹ اگر نفع سمجھ کر سود و تمارک کے جواز کا قانون پاس کر دے تو اس کی نظر سے سود و تمارک کے مستقبل کے مہلک اثرات و نتائج

غائب ہوتے ہیں۔ اور قبر و آخرت کی ہوسنرت ان دونوں چیزوں میں ہوگی وہ بھی اس کے دائرہ عقل سے خارج ہے۔ لیکن خالق کائنات جو اصل سرچشمہ قانون ہے۔ صرف اس کا علم تمام ان سب پر حاوی ہے۔ اور انسان کے حقیقی نفع و نقصان کو وہی جانتا ہے۔ اور سود و ہمار کے مستقبل اور برزخ و آخرت کے تباہ کن اثرات بھی جانتا ہے۔ لہذا اس کا قانون صحیح علم پر مبنی ہے کہ یہ دونوں امور ناجائز ہیں۔

پھر بڑی بات یہ ہے کہ انسانی عقل و فہم میں زیادہ خواہش و عادت کی دخل اندازی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی پارلیمنٹوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ممبران کی اکثریت ان قوانین کو بناتی ہے۔ جن کی برائی میں کوئی شبہ نہیں۔ جیسے انگلستان اور کینیڈا کی پارلیمنٹ نے جواز و اطاعت کا قانون پاس کیا۔ اس کے علاوہ انسان ذاتی مفاد اور قومی مفاد کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ لہذا وہ عمومی مفاد و دیگر اقوام کے ساتھ انصاف کا عمل عامی نہیں ہو سکتا۔ جسکی بڑی دلیل دنیا کے سب سے بڑے عالمی ادارہ امن و انصاف کا طرز عمل ہے جس میں چھوٹی بڑی تلو کے قریب اقوام شامل ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ ادارہ دنیا کی پانچ بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گیا ہے۔ اور آج تک وہ کسی مظلوم قوم کو اس کا حق نہ دلا سکا۔ بلکہ اعلان حق تک نہ کر سکا۔ اس تجربہ کے بعد موجودہ دور کے انسان سے قانون انصاف کی توقع سعی لا حاصل ہے۔ اس بڑے عالمی ادارے کا یہ قانون ہے کہ پانچ بڑی طاقتوں کو وٹو یا در یعنی حق تفسیح حاصل ہے۔ یعنی ان پانچ طاقتوں میں سے کوئی ایک بھی اگر ایک مظلوم ملک یا قوم کا مسئلہ زیر بحث نہ لانا چاہے۔ تو اس پر اس ادارہ میں بحث نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ ظالم اکثر بڑی طاقتیں ہوتی ہیں۔ جب ان کے خلاف کوئی مقدمہ پیش ہی نہیں ہو سکتا۔ تو مظلوم کی حق ہی کیونکر ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس ادارے کی صحیح حقیقت یہی ہے، جو مستقل مندوب پاکستان سید احمد شاہ بخاری نے اپنے طویل تجربے کے بعد اخبار جنگ ۱۹۶۶ء میں شائع کی۔ یہ تقریر انہوں نے ۶ جنوری ۱۹۵۳ء میں کی تھی۔ تقریر یہ ہے کہ اگر ان تمام مقدمہ میں دو چھوٹی قوموں کا تنازعہ درپیش ہو تو وہ تنازع اور مقدمہ غائب ہو جائے گا۔ اور اگر تنازعہ ایک چھوٹی اور ایک بڑی قوم کا ہو، تو چھوٹی قوم غائب ہو جائے گی۔ اور اگر تنازعہ دو بڑی قوموں میں ہو تو خود اقوام متحدہ غائب ہو جائے گی۔ یہ ہے دور حاضر کی انتہائی تعلیم کے بلند ترین انسانوں کے انصاف اور قانون کا مظاہرہ۔ ع۔ قیاس کن زنگستان ماخراں مرا۔

اس لئے انصاف اور قانون کا سرچشمہ صرف اللہ ہے جس کا قانون قرآن کی شکل میں

محمود ہے جس سے قرآن کی عظمت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ان الحکمہ اللہ۔ ثانوی دنیا صرف خدا کا حق و تمت حکمت ربک صدقاً وعدلاً۔ اللہ کا کلام سچائی اور انصاف کے لحاظ سے تام اور کامل ہے۔ بقول علامہ ابن کثیرؒ

سروری زیبا فقط اس ذات سے ہوتا کو ہے اک وہی ہے حکمراں باقی بنان آدمی
غیر حق چوں ناہی و آمر شود

نور در بر ناتواں تاہر شود

قرآن کی عظمت کے متعلق یورپ کے محققین کی شہادت : |، سرولف لکھتا ہے :

و سیح جمہوریت رشد و ہدایت فوجی تنظیم مالیات عزا کی حمایت اور ترقی کے
اعلیٰ آئین قرآن میں موجود ہے۔

۲۔ ڈاکٹر مولین فرانسیسی لکھتا ہے :

قدرت کی عنایتوں نے جو کتابیں انسان کو دی ہیں، قرآن ان سب سے افضل ہے۔
۳۔ ڈاکٹر سمریل لکھتا ہے :

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کیلئے موزوں ہیں کہ تمام صدائیں
نروا ہوا اس کو قبول کرتی ہیں۔ اور محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں

گوں جتا ہے۔ (تاریخ اسلام عبدالقیوم ندوی ج ۱ ص ۲۲۷ تا ص ۲۲۸)

۴۔ جارج سیل لکھتا ہے :

کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا۔ اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے
بڑا معجزہ ہے۔

۵۔ اریکسٹیل لکھتا ہے :

اگر وہی کوئی چیز ہے تو بیشک قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ (تاریخ اسلام عبدالقیوم ندوی ص ۲۲۷)

۶۔ قرآن کی عظمت سیاسی | قرآن نے اپنے ماننے والوں اور مومنین عاملین کو سیاسی قوت

عطا کی ہے اسکی نظیر تاریخ بشری میں موجود نہیں۔ یہ سیاسی قوت بخشی قرآن کا سیاسی معجزہ ہے۔
قرآن کا براہ راست نزول عرب قوم میں ہوا۔ جو اکثر اقوام عالم سے تعاون میں کم جسم میں کمزور دولت و
ثروت سے محروم اور علم و ہنر سے خالی تھے۔ نزول قرآن کے وقت عرب صرف موجودہ سعودی
عرب اور یمن کا نام تھا مصر عراق شام فلسطین اردن لبنان طرابلس تونس الجزائر یہ غیر عرب ممالک تھے

جو اسلامی فتوحات کے بعد عرب ممالک بن گئے۔ دنیا عالم اسباب ہے، اور سیاسی غلبہ اور قوت کے لئے آٹھ اسباب مادی کا ہونا ضروری ہے۔ جب ایک قوم دوسری قوم سے ان اسباب کے لحاظ سے فائق ہو تو پہلی قوم دوسری قوم پر سیاسی غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔ وہ آٹھ اسباب حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ عددی کثرت، اکثر حالات میں کثیر التعداد قوم قلیل التعداد پر فتح پاتی ہے۔ لیکن عرب قوم کی تعداد دیگر اقوام کی نسبت بہت کم تھی۔ یہاں تک کہ نزول قرآن کے زمانے میں اس تعداد دو چار لاکھ افراد بالغین سے متجاوز نہ تھی۔
- ۲۔ دوسری چیز صنعت ہے، تاکہ اس کے ذریعہ آلات جنگ اور پوشاک مہیا کر سکے۔ لیکن عرب میں نہ کارخانہ تھا۔ نہ صنعت تھی۔ یہاں تک کہ عمدہ تلوار ہندوستان سے حاصل کی جاتی تھی جسکو سیف مہند کہتے تھے۔ اور پوشاک شام کے عیسائیوں سے۔
- ۳۔ تیسری چیز تعلیم ہے۔ سیاسی اقتدار اور نظم و نسق مملکت چلانے کیلئے تعلیم ضروری ہے۔ لیکن عرب امیہ یعنی ناخواندوں کا ملک تھا۔ نہ کوئی مکتب نہ مدرسہ نہ کتاب۔
- ۴۔ چوتھی چیز اتفاق ہے، تاکہ افراد کی منتشر قوت منظم ہو کر ایک ہی مقصد کی طرف متوجہ ہو سکے۔ لیکن عرب کا ہر قبیلہ دوسرے کا دشمن تھا۔ انفار مدینہ کے دو قبیلے اوس و خزرج آپس میں دشمن تھے۔ اور مثالوں ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔
- ۵۔ پانچویں چیز زراعت ہے، تاکہ مزدوریات زندگی میں ملک خود کفیل ہو سکے۔ اور غذائی ضروریات مہیا ہوں۔ لیکن غذا میں عرب غیر اقوام کے محتاج تھے۔ خرم کے سوا ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اور وہ بھی صرف بعض علاقوں میں۔ اس لئے قرآن نے حجاز کے متعلق فرمایا ہے۔ بواد غنیر ذی نفع۔ یعنی وہ زمین جو بن کھیتی والی ہے۔
- ۶۔ چھٹی چیز معدنی دولت ہے۔ نزول قرآن کے وقت کے عرب میں کسی معدنی دولت کا وجود نہیں تھا۔ اب جو کچھ عرب میں نظر میں آ رہا ہے، وہ دور حاضر کی پیداوار ہے۔
- ۷۔ ساتویں چیز جسمانی قوت ہے۔ عرب گرم ملک تھا ضروری غذا بھی میسر نہ تھی۔ پانی کی بھی کمی تھی۔ سردی اور گرمی سے بچنے کیلئے نہ ضروری مکانات تھے اور نہ مناسب لباس۔ اکثر آبادی نانہ بدوشوں کی تھی جو چورلداروں میں رہا کرتی تھی۔ بیمار ہوتے تو نہ کوئی علاج تھا، نہ مناسب غذا ان حالات میں ان کے اجماع عام اقوام سے نہایت خیف کمزور اور ضعیف تھے۔

۸۔ آٹھویں چیز اخلاقی قوت ہے۔ روحانی اور اخلاقی قوت توحید سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی اعلیٰ اور پاکیزہ عقیدہ ہی روح کو قوت بخشتا ہے۔ لیکن عرب آبادی پیغمبروں کے تراشے ہوئے بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے اخلاقی اور روحانی قوت سے بھی محروم تھی۔

یہ حالات تھے کہ عرب میں قرآن کا نزول ہوا۔ کئی زندگی کے تیرہ سالہ عرصہ میں قرآن کی آواز گذا کر کے جو رستم کی وجہ سے دبی رہی۔ کیونکہ قرآن کی دعوت اور اس کا سنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ مرنی زندگی کا اکثر حصہ غزوات و سرایا کے مشغل میں گزرا۔ اور عرب کو قرآن کے قریب آنے کا موقع نہ ملا۔ کچھ مدت صلح حدیبیہ کے بعد اور کچھ فتح مکہ کے بعد ایسی ہے جو چار پانچ سال سے زیادہ نہیں کہ قرآن کو عرب پر اثر اندازی کا موقع ملا۔ لیکن ہوا کیا؟ ہوا یہ کہ عرب بعد القرآن کو عرب قبل القرآن سے کوئی نسبت ہی نہیں رہی۔ اس کم مدت میں قرآن نے عرب کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ عرب کو قرآن نے ایسا فیض بخشا کہ وہ ایک ایسی قوم بن گئی جو تنظیم، اتحاد، اخلاق، بلند خیالی، اولوالعزمی، ایثار، قربانی، ہمدردی، شجاعت، سخاوت، قناعت، عفت، پاکدامنی، عدل و انصاف، امانت، دیانت میں بے مثال قوم بن گئی۔ اسی طرح جہانگیری، جہاں بانی میں بھی بے نظیر تھی۔ رحمت و شفقت، عقل و تدبیر، پابندی عہد و قول، راست بازی میں کوئی قوم انکی ہمسرہ پہلے گزری اور نہ آئندہ ممکن ہے۔ یہاں تک کہ انسانیت کی پوری تاریخ ان کے اخلاق اور خوبیوں کی نظیر پیش کرنے سے غالی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان آٹھ کمزوریوں کے باوجود جو اب ہم نے ذکر کیں، انہوں نے بیک وقت دنیا شرق و غرب کی دو عظیم متمدن اور ہزاروں سالوں کی مستحکم سلطنتوں کسریٰ و قیصر سے ٹکری۔ اور ان دونوں عظیم حکومتوں کو غبار بنا کر رکھ دیا۔ ان میں سے ہر حکومت دنیا میں اپنا جواب نہیں دیتی تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ معجزانہ اور اسباب مادیہ کے خلاف یہ سیاسی غلبہ جو عرب کو حاصل ہوا جسکی طوفانی موجیں مشرق میں کا شغر اور دیوار چین سے ٹکرائیں اور مغرب میں مراکش الجزائر ہسپانیہ اور فرانس تک پہنچیں۔ اس کے اسباب یا مادی ہوں گے یا روحانی و غیبی۔ پہلا سبب جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، عرب کو حاصل نہ تھا۔ بلکہ عرب کے حریف اور دشمن طاقتوں کو حاصل تھا۔ تو مجبوراً اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ روحانی قوت کا اثر تھا۔ جو قرآن کے فیض سے عرب کو حاصل ہوا۔ جس سے قرآن کی سیاسی عظمت و تفوق بخشی کی مقناطیسی قوت ثابت ہو گئی۔